چمن میں بہار مگر کیسے؟

حافظ عبداللہ سلفی

اللہ تعالیٰ نے آدم سے لیکر آج تک کسی انسان کو کسی بھی شعبہ ہائے زندگی میں تنہا نہیں چھوڑا۔ رب کریم نے ہر انسان کو اس کے والدین، بیوی بچے، رشتہ دار، عزیز و اقارب، اور چند مخلص دوستوں کے ہمراہ ایک جماعت کی نظیر پیش کی ہے اور یہ نظام الٰہی اسی اجتماعیت اور اسی تسلسل سے قیامت کا سورج طلوع ہونے تلک رواں دواں رہے گا۔

انما المومنون اخوة: ترجمہ۔ مومن سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ یہ کہہ کر رب کریم نے بتلادیا کہ ملت اسلامیہ ایک جسم واحد ہے۔ **واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا** ترجمہ: اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور علیحدہ مت ہو۔ رب کریم کا یہ مطالبہ ہے کہ تمام مسلمان ایک جماعت بن جائیں اور کوئی بھی تنہا نظر نہ آئے۔ اور پھر جو لوگ علیحدہ تنہا رہنا چاہتے ہیں ان کے لئے بھی فرمادیا **من شذ شذ فی النار**۔ ترجمہ: جو شخص علیحدہ ہوا وہ جہنم کے گڑھے میں بھی تنہا ہوگا۔ رب کریم کا یہ مطالبہ ہم میں سے ہر خاص و عام، چھوٹے بڑے، امیر غریب سے ہے۔ جو بھی مسلمان ہے دائرہ اسلام میں داخل ہے اس پر یہ ضروری ہے کہ وہ رب کریم کے اس مطالبے پر عمل کرے اور جو اس سے کنارہ کش ہونا چاہتا ہے یعنی تنہا رہنا چاہتا ہے اس کا ٹھکانہ اور مقام (جہنم) بتلادیا ہے۔ اب رب کریم کے اس مطالبے پر عمل کیسے ممکن ہے؟

یہ ایک سوال ہے جس کا جواب پیدا کرنا ہم میں سے ہر چھوٹے بڑے پر فرض ہے۔ جس کی ادائیگی کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ اور اسکا ایک ہی حل ہے کہ ہم اپنے والدین، بہن بھائی، رشتہ دار، عزیز و اقارب، دوست واحباب کیساتھ بلکہ ہر مسلمان بھائی کیساتھ پیار و محبت، ہمدردی، تعاون کیساتھ رہیں۔ تب جا کے ہم تمام مسلمان ایک جماعت بن سکتے ہیں اور تب ہمارے تمام مسائل بھی حل ہو جائیں گے۔ چاہے وہ مسائل گھروں کے ہوں یا محلوں کے، شہروں کے یا ملک پاکستان کے ہوں اور چاہے پوری امت مسلمہ کے ہوں۔

پیدائش کے وقت بچوں میں کوئی معاشرتی شد بد نہیں ہوتی ان میں دوستی اور دشمنی کا کوئی تصور نہیں ہوتا جوں جوں بچے بڑے ہوتے جاتے ہیں ان میں معاشرتی شعور بیدار ہوتا جاتا ہے ان میں اپنے ہم عمر بچوں سے ملنے جلنے، ان کے ساتھ کھیلنے کودنے کی چاہت ترقی و عروج کی جانب رخ کرتی ہے۔ ابتدائی مراحل میں بچوں کو یہ بات سمجھائی جاتی ہے کہ دوسرے لوگوں سے الجھنا اچھا نہیں ہوتا دوسروں کو جسمانی یا کسی قسم کی اذیت پہنچانے سے گریز کرنے کی عادت ڈالی جاتی ہے پیارے بھائیو! یہ سب کچھ آپ کے والدین کرتے ہیں اس کے بعد بچوں میں دوسروں سے ملنے جلنے ان سے متاثر ہونے اور انہیں متاثر کرنے، جذبہ رفاقت، محبت، ہمدردی، تعاون، قیامت وغیرہ کے احساسات اجاگر ہونے لگتے ہیں۔ چھ سات برس کے بعد والی عمر میں گروہ بندی کا رجحان بہت عام ہو جاتا ہے۔ بچے مدرسہ اور محلے کے چند مخصوص ہمجولی منتخب کر لیتے ہیں۔ اور پھر ان سے مل جل کر طرح طرح کی شرارتیں، شوروغل، بے وجہ ایک دن میں لاتعداد لڑائیاں کسی کیساتھ بولنا کسی کیساتھ نہ بولنا، کینہ، حسد، بغض، غیبت، اور اپنے مسلمان بھائیوں کو اخلاق سے گری ہوئی فحش گالیاں دینا ان کی تحقیر کرنا اور نا معلوم کن مشاغل میں جی بہلاتے رہتے ہیں۔ بسا اوقات یہ گروہ بندیاں خطرناک صورت اختیار کر کے خلاف معاشرت حرکات اور مجرمانہ افعال کی حد تک پہنچ جاتی ہیں۔ کیا اس طرز حیات سے ہم رب کریم کا مطالبہ پورا کرلیں گے؟ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ فرماتے ہیں کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر کوئی ظلم کرے نہ اسے رسوا کرے اور نہ ہی اسے حقیر سمجھے (مسلم شریف)

آج کل ہماری یہ گروہ بندیاں اپنے عروج پر جاری ہیں جسکی وجہ سے اسلام اور ملک کو بہت نقصان پہنچ رہا ہے۔ پیارے بھائیو! آپ کے یہ بنیادی مراحل ہیں جس عمارت کی بنیاد مضبوط نہ ہو اسکا بہت خطرہ ہوتا ہے کل کا مستقبل آپ کے ہاتھوں میں ہے اگر بچپن ہی سے یہی گروہ بندیاں سیکھی ہوں گی تو مستقبل کا بہت خطرہ ہے۔ اپنا اور قوم کا مستقبل تاریک کردو گے۔

ایک گروہ بندی اور دوسرا معاشرے کے اندر اخلاق سے گری اتنی فضول لغویات، خدا کی قسم اسلام اتنا تبلیغ سے نہیں پھیلا جتنا کہ اخلاق سے پھیلا ہے۔ آج عیسائیت، قادیانیت، وغیرہ حالانکہ یہ سب باطل مذہب ہیں۔ مگر اس باطل کی ساری عمارت اخلاق کی بنا پر قائم ہے لیکن افسوس کہ اخلاق کی بہت بڑی لعنت

ہمارے پاس ہونے کے باوجود ہم اس کو حق کیلئے استعمال نہیں کر رہے۔

خود مختاری کے جذبہ میں آکر بچے اپنے والدین اساتذہ اوراپنے بزرگوں کی ضرورت نہ سمجھتے ہوئے ان کا ادب واحترام چھوڑ دیتے ہیں۔اور پیار و محبت قائم کرنے کی بجائے بدظن ہوجاتے ہیں۔اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑنے جھگڑنے لگ جاتے ہیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر گھروں کو خیر باد کہنے لگ جاتے ہیں اور پھر گھر والوں ، والدین کو برا بھلا کہنا شروع کردیتے ہیں۔ جیسے کہ چند دن قبل

مگر لوگ سچ کہتے ہیں کہ والدین کی قدر ان سے پوچھیں جنکے والدین اس دنیائے فانی سے جاچکے ہیں۔انسان پر سب سے زیادہ والدین کا حق ہے۔ اور پھر ایسا حق ہے کہ ہم ساری زندگی بھی ان کی خدمت کریں تو اس حق کو پورا نہ کرسکیں اسی لئے تو رب کریم نے فرمایا کہ ان کے سامنے اف تک بھی نہ کریں۔

''خبریں'' کے میگزین میں میرے اور آپ کے بھائی کاشف کا یہ بیان تھا کہ'' مجھے اپنے والدین سے نفرت ہے۔ میں گھر واپس نہیں جانا چاہتا'' کاشف جس کا اصل نام میر گل خان تھا بارہ برس کی عمر میں ان دنوں ایک کوٹھی میں نوکر کی حیثیت سے کام کر رہا ہے۔ یہ ہمارا بھائی ان بچوں میں شامل ہے جنکے ساتھ اللہ رب العزت نے پیار و محبت کا اظہار کرتے ہوئے قرآن مجید میں ان کی قسم کھائی ہے۔ارشاد ربانی ہے۔

لا اقسم بهذا البلد. وانت حل بهذا البلد. ووالد وما ولد۔

ترجمہ: قسم کھاتا ہوں اس شہر کی اور تو ایک دن اس شہر میں آزاد ہوگا۔اور قسم ہے باپ کی اور اسکی اولاد کی۔

مگر لوگ سچ کہتے ہیں کہ والدین کی قدر ان سے پوچھیں جنکے والدین اس دنیائے فانی سے جاچکے ہیں۔انسان پر سب سے زیادہ والدین کا حق ہے۔اور پھر ایسا حق ہے کہ ہم ساری زندگی بھی ان کی خدمت کریں تو اس حق کو پورا نہ کرسکیں اسی لئے تو رب کریم نے فرمایا کہ ان کے سامنے اف تک بھی نہ کریں۔

شرک کے بعد سب سے کبیرہ گناہ والدین کی معصیت ہے۔

والدین جو کہ بچے کی پیدائش سے قبل رب کریم کے آگے رو رو کے گڑگڑا کے دعائیں کرتے ہیں۔

اے رب کریم ہمیں نیک صالح اولاد عطا فرما اور پھر بچے کی پیدائش پر مٹھائیاں تقسیم کرتے اور خوشیاں مناتے ہیں۔اور پھر اتنی مہنگائی کے دور میں بچے کا لباس خوراک اسکی تعلیم و تربیت سکول کی داخلہ فیس ماہانہ فیس کتب مہیا کرنا غرض کہ ہر ایک چیز کا بندوبست

یہ ان کے پیار و محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ وہ خود کو چھوڑ کر بچوں کی ضروریات کا زیادہ خیال رکھتے ہیں۔

مگر جب ہم کچھ شعور پکڑیں تو ہمارے اندر اس قدر جذبات اور خود مختاری کے طوفان رونما ہوں کہ جو اس دنیا میں سب سے زیادہ ہم سے محبت کا اظہار کریں ہم ان کے بارے میں کہیں کہ مجھے اپنے والدین سے نفرت ہے۔ یہ کس قدر ظلم ہے کس قدر زیادتی ہے۔اور یہ معصیت کا شیطانی تماشہ آسمان پر خدا کے ہوتے ہوئے بھی زمین پر یوں جاری ہے۔ جیسے کہ کسی کو قیامت کے دن کی کوئی فکر ہی نہیں۔

پھر جب بھائی کاشف سے پوچھا گیا کہ آپ نے اپنا نام کیوں تبدیل کیا؟ تو جواب ہوتا ہے'' ماضی کی تلخ یادوں میں دوبارہ لوٹنا نہیں چاہتا اور یہ بھی نہیں چاہتا کہ میری پہچان میرے والدین کے حوالے سے ہو''

حالانکہ نبی کریم کا فرمان ہے کہ

جو غلام اپنے آقا کیطرف نسبت نہیں کرتا اور جو بیٹا اپنے حقیقی باپ کیطرف نسبت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔اور دوسری حدیث کے الفاظ ہیں کہ ایسے کرنے والے نے کفر کیا۔

نہ جانے اس بچے کو والدین نے اس کے بھاگ جانے کے بعد کتنے آنسو بہائے ہوں گے اور اس کو تلاش کرنے کی کوشش میں نامعلوم کتنے اعلان کروائے ہوں گے اور یقیناً اس بچے کے والدین ابھی بھی اس کی محبت اور سلوک سے نہیں رہ سکتے جو ہمارے لئے مرکز محبت ہیں تو ہم دوسروں کیساتھ کیا حسن سلوک کریں گے اور پھر رب کریم کا اجتماعیت والا مطالبہ کیسے پورا ہوگا؟

اور پھر نامعلوم کتنے ہزاروں بچے لاہور، کراچی، فیصل آباد اور راولپنڈی جیسے شہروں میں اپنے گھروں سے بھاگ کر ظالم سماج کے ظالم ٹھیکیداروں کے ہتھے چڑھ کر کس طرح کی زندگیاں بسر کر رہے ہیں۔

یقیناً یہ اپنے والدین کی نافرمانی کی سزا پا رہے ہیں۔اس حوالے سے وحید نامی ایک لڑکا جو کہ ایک آٹو ورکشاپ میں کام کرتا ہے نے بتایا کہ مجھے دن میں متواتر بارہ گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے۔اس کے علاوہ مجھے استاد کی فحش گفتگو سننے کے علاوہ اکثر اوقات جنسی تشدد کا نشانہ بھی بننا پڑتا ہے۔لیکن میں کیا کروں پیٹ کی آگ بھی بجھانی ہوتی ہے۔

اسکے علاوہ گھروں سے بھاگے ہوئے اکثر بچے آوارہ گردی کرتے ہوئے جرائم پیشہ افراد کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں۔اور پھر انہیں باہر کے ملکوں میں سمگل کردیا جاتا ہے۔یا پھر انہیں منشیات فروش بنا دیا جاتا ہے یا پھر انہیں بیگار کیمپ میں بھیج دیا جاتا ہے۔جہاں ان سے غیر انسانی سلوک کیا جاتا ہے۔یقیناً یہ نافرمانی کی سزا ہے اور پھر اس طرح کے ماحول میں رہ کر بہت سے بچے نشہ کے عادی ہوجاتے ہیں۔مختصر یہ کہ معاشرے کی ہر برائی ان کے تحت الشعور میں رچ بس جاتی ہے۔ پولیس ریکارڈ سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ گھروں سے بھاگنے والے بچے جرائم پیشہ افراد کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں۔اور پیشہ ور منشیات فروش سمگلر اور چور بن جاتے ہیں اسلام اور ملک کی ترقی کی بجائے ان دونوں کو مٹانے کی کوشش میں لگ جاتے

ہیں۔اور معاشرے کو سکون کی بجائے بے سکونی کی دلدل میں اتار دیتے ہیں۔حالانکہ ہر بچے کے اندر اللہ رب العزت نے کوئی نہ کوئی صلاحیت ضرور رکھی ہوتی ہے۔اگر یہی بچے والدین کیساتھ پیار و محبت کا اظہار کرتے ہوئے ہر مسلمان کو اپنے سے بہتر سمجھتے ہوئے رب کریم کا اجتماعیت والا مطالبہ پورا کریں تو یہ بچے چمن پاکستان کے اندر انقلاب لاکر اسلام اور وطن پاکستان کو بے پناہ ترقی اور عروج سے ہمکنار کرتے ہوئے چمن میں بہاریں لا سکتے ہیں۔جوانی کے جوش و خروش میں آکر گھروں سے بھاگتے ہیں اور جرائم پیشہ افراد کے ہتھے آسانی سے چڑھ جاتے ہیں۔جسکی زندہ مثال لاہور کے ایک انسان کے پنجوں سے سو بچوں کی ہلاکت۔ 100 بچوں کا قتل دنیا کی تاریخ کا ایک بدترین یادگار سانحہ ہے جو کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ہوا ہے قاتل جاوید کا یہ بیان ہے کہ

"گھروں سے بھاگنے والے بچے کسی شیطان سے کم نہیں ہوتے یہ ہمیشہ تمہاری پیٹھ پر وار کریں گے۔ یہاں تک کہ تم انہیں زندگی کی تمام سہولتیں ہی فراہم کیوں نہ کردو میں نے اپنے آپ سے وعدہ کیا کہ معاشرے کو اس طرح کم از کم 100 بچوں سے نجات دلاؤں گا اور میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اس امتحان میں سرخرو کیا"۔

لہذا میرے پیارے ننھے منھے بھائیو! معاشرے میں اپنے طرز حیات کو بہتر سے بہترین بنائیں اور بھاگنے سے بچیں تاکہ کہیں یہ نہ ہو کہ کوئی اور جاوید اقبال یہ عزم اور جھاڑو لیکر آپکا صفایا کردے اور بھاگنے والی یہ حرکت تو انتہائی غلط حرکت ہے کیا بھاگنے سے آپ کے والدین کے ساتھ آپکا پیار و محبت زیادہ ہوگا نہیں۔ بلکہ محبت کا نام ونشان بھی مٹ جائے گا۔ اور آپ خود بھی در در کی ٹھوکریں کھائیں گے۔ اور نامعلوم کیا کیا مشکلات اٹھائیں گے۔اور یقیناً جتنے ہمارے بھائی تکالیف اور مشکلات اٹھا رہے ہیں یہ والدین کی نافرمانی کی سزا ہے۔والدین کا حق تو پوری زندگی میں بھی ادا نہیں ہو سکتا والدین کی طرز محبت کا سمجھتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کو اجاگر کریں والدین، بہن بھائیوں کے ساتھ بلکہ تمام مسلمان بھائیوں کیساتھ حسن سلوک کریں جو کہ ایک ایمانی اور خونی رشتہ ہے اس رشتے کو پیار و محبت کیساتھ مضبوط کریں اور معاشرے میں ہر بھائی کو اپنے سے زیادہ بہتر اور اعلیٰ سمجھیں اور غلط حرکات سے باز رہیں اور نعمت اخلاق کو اپنے ہاتھوں سے نہ جانے دیں آپ بات کریں آپ کوئی کام کریں غرض کہ آپ کی ہر حرکت سے اخلاق کی وہ خوشبو آئے جسے پاکر لوگوں کو معلوم ہو کہ یہ کسی اچھے باپ کا بیٹا ہے کسی قابل استاد کا شاگرد ہے یہ ایک مثالی طالب علم ہے۔

کیونکہ لوگ اگر باطل کو اخلاق کے ذریعے سے بلند دکھا سکتے ہیں تو کیا ہم حق کو اخلاق کے ذریعے ترقی و عروج اور آسمان کی رفعتوں پر نہیں پہنچا سکتے ؟

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

۱۲ اپریل ۱۹۲۱ء کو ایڈیشنل مجسٹریٹ کی عدالت میں آج خلاف معمول عوام کی بہت بھیڑ تھی مجرموں کی صف میں ایک پُر وقار درویش کھڑا تھا مجسٹریٹ اس کی جانب متوجہ ہوا اور کہا آپ نے ۲۵ مارچ کو ایک تقریر کی تھی جس کی رپورٹ C. B. A میں موجود ہے کہ آپ نے حکومت کیخلاف نفرت یا حقارت پیدا کی یا اس کا اقدام کیا اور برٹش گورنمنٹ آف انڈیا کے خلاف لوگوں کے دلوں میں حقارت پیدا کی کیا آپ نے یہ جرم کیا ہے؟

مجرم کی آواز گونجی" میں نے قرآن پڑھا ہے جرم ہرگز نہیں کیا قرآن کریم پڑھنا جرم نہیں۔

مجسٹریٹ:۔ جرح کیلئے گواہ بلانے ہیں یا صفائی کے گواہ؟

مجرم:۔ میں ترک موالات کا حامی ہوں قرآن میری صفائی ہے قرآن میرا گواہ ہے۔قرآن ہی میرا مذہب ہے اور قرآن ہی میرا دین۔ اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں کہنا چاہتا ۔عدالت کی کاروائی جاری رہی آخر ۸ اپریل ۱۹۲۱ء کا دن بھی آگیا جب یہ فیصلہ سنا دیا گیا کہ ملزم کو تین سال قید با مشقت ہوگی جس میں تین ماہ کی قید تنہائی بھی شامل ہے۔ملزم کمرہ عدالت سے باہر نکلا تو ہجوم میں سے اکثر احباب کے رونے کی آواز آئی اس نے غصے میں آکر کہا کون بزدل رو رہا ہے؟ تعلق بخاری سے اور رونا عورتوں کی طرح؟

یہ تھے امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ۔ جنہوں نے فرنگی کی حکومت کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا تھا۔ان کی زندگی گرفتاریوں کے لامتناہی سلسلہ کا مرقع ہے

فرمان نبوی ﷺ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ گفتگو نہیں فرمائے گا اور نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ ان کا تزکیہ نفس فرمائے گا بلکہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔

۱۔ شلوار' چادر کو ٹخنے سے نیچے رکھنے والا۔
۲۔ کسی کو کوئی چیز دیکر احسان جتلانے والا۔
۳۔ جھوٹی قسمیں اٹھا کر چیز فروخت کرنے والا۔